ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم

داعیۂ جبلت اور داعیۂ نفس

(۲)

نفس اپنی جانی ہوئی حسین ترین شے یعنی نصب العین تک صرف ایک سلسلۂ اعمال کے ذریعے پہنچ سکتا ہے۔ یہ اعمال یکے بعد دیگرے ہونے چاہییں۔ ہر عمل کا اپنا مقصد اور منتہا ہے لیکن یہ تمام ذیلی مقاصد اُس آخری مقصد کے تابع ہیں جو حکمران مقصد ہے۔ ذیلی مقاصد بے شمار ہیں لیکن حکمران مقصد صرف ایک ہے اور وہی ایک نصب العین کہلانے کا مستحق ہے۔

ذیلی مقاصد کا اپنا کوئی وجود نہیں ہوتا کیونکہ انہیں نصب العین ہی تخلیق اور متعین کرتا ہے۔ وہ تعلیم یافتہ نوجوان جو یہ سمجھتا ہے کہ اُس کے بیک وقت دو نصب العین ہیں، مثلاً مذہب اور وطن، درحقیقت اپنے نصب العین سے ناواقف ہے۔ اُسے یہ معلوم کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ اُس کا یہ التباس محاسبۂ نفس کی کمی کی وجہ سے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس کے تسلیم کردہ دونوں نصب العینوں میں سے ایک نصب العین دوسرے نصب العین کے تابع ہے۔ اگر وہ طویل عمر پائے تو کبھی نہ کبھی ایسا وقت ضرور آئے گا جب اُس کے دونوں نصب العین صاف طور پر باہم متصادم ہوں گے۔ اُس وقت معلوم ہو گا کہ ان میں سے ایک دوسرے پر حکمران ہے۔ ایک انگریز کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ بیک وقت سچا عیسائی بھی ہو اور سچا قوم پرست بھی۔ اور نہ یہ کسی جرمن کے لیے ممکن ہے کہ وہ بیک وقت سچا نازی بھی ہو اور سچا عیسائی بھی۔ ہر مذہب بذاتِ خود ایک نصب العین ہے۔ اگر عیسائیت ایک نصب العین ہے تو قومیت بھی ایک نصب العین ہے۔ کوئی دو نصب العین یا نظریات پورے طور پر ایک دوسرے سے متوافق نہیں ہو سکتے، تا آنکہ وہ متماثل نہ ہوں۔ اور اس صورت میں ان کے دو نام نہیں ہو سکتے، یا اُن میں سے ایک دوسرے کے ماتحت نہ ہو جائے۔ اور اِس صورت میں ایک ہی نصب العین رہ جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص بعض اوقات اپنے نظریات کو بسہولت چھپا لے۔ اور ایسا کرتے ہوئے اُسے معلوم بھی نہ ہو۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُس کے نصب العین دو ہی ہیں جو نصب العین اُس کے

اعمال و اطوار پر حاوی ہوتا ہے وہ فی الواقع ایک ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ نفس اپنے شعوری انتخاب کی وجہ سے بیک وقت ایک سے زیادہ نصب العین نہیں رکھ سکتا۔

جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ وہ کسی خاص نصب العین سے محبت نہیں کرتا یا بیک وقت بہت سے نصب العینوں سے محبت رکھتا ہے۔ اُس سے کہنا چاہیے کہ وہ اُن تمام اشیا، یا خیالات کو جن سے وہ محبت کرتا ہے، ایک ایک کر کے اس طرح ترک کرے کہ ہر بار سب سے کم عزیز شے یا خیال ترک ہو، یہ طریقہ اُسے ایک ایسی شے یا خیال تک لے آئے گا جسے وہ کسی قیمت پر بھی ترک کرنا گوارا نہیں کرے گا۔ کیونکہ اُسے محسوس ہو جائے گا کہ وہ اس کی زندگی کا جزو لاینفک ہے، وہی شے یا خیال اس کا نصب العین ہے۔ اور فی الواقع اُسی کی محبت اُس کے تمام افعال کو متاثر کر رہی ہوتی ہے۔ خواہ وہ اُسے جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ دوسری تمام اشیاء اور خیالات کی محبت جنہیں وہ چھوڑنے پر آمادہ ہے۔ اُس کی اِس شے یا خیال کی محبت کے ماتحت ہے، اور وہی اس پر حاوی اور مُسلّط ہے۔

نصب العین کی کئی صُورتیں ہوتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی جبلّی خواہش ہو۔ مثلاً نا و نوش یا جنسی لذّت ہو سکتا ہے کہ یہ کسی بیٹے، بیوی، دوست، افسر، دولت، شہرت، عزّت، جائداد، پیشہ، حیثیت، طاقت یا خطاب کی صورت میں ہو۔ ممکن ہے کہ یہ محدود طور پر بے غرضانہ ہو۔ مثلاً قبیلے، ذات، برادری، فرقے، نسل، رنگ یا قوم کی محبت ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کسی نظریے کی نوعیت کا ہو۔ مثلاً عیسائیت، جمہوریت، قومیّت، انسیّت، اجتماعیّت، نازیّت یا اشتراکیّت۔ جب کوئی شخص صحیح نصب العین سے محبت کرنے لگ جاتا ہے تو اس کی باقی تمام محبّتیں اگر وہ صحیح نصب العین سے قطعاً مطابقت نہ رکھتی ہوں یا تو سرے سے غائب ہو جاتی ہیں یا صحیح تناسب اختیار کر لیتی ہیں۔ اُسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسے کس حد تک بیٹے، بیوی، دوست، افسر، گھر، یا بیٹے سے محبت کرنی چاہیے۔ اور دولت حیثیت، اور طاقت کی کہاں تک پروا کرنی چاہیے۔ وہ نسل، رنگ، ذات، مسلک، فرقے اور قوم کی صحیح اہمیّت کو جان جاتا ہے۔ وہ جمہوریّت، انسیت، اور بے غرضی کا صحیح مفہوم سمجھ لیتا ہے اور اجتماعیت، اشتراکیّت اور فاشیت کی خامیوں اور خوبیوں سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ صحیح نصب العین اُسے سٹیونسن کے الفاظ میں عقلِ سلیم کے بُرجِ سیر بیں پر لا بٹھاتا ہے جہاں سے وہ ہر شے اور خیال کا صحیح مقام دیکھ سکتا ہے۔

جس شخص کا نصب العین، صحیح نصب العین اور اس کی صفات کے جتنا زیادہ قریب ہوگا۔ ہم اُس کی

تہذیب و ثقافت کو اتنا ہی اعلیٰ سمجھیں گے۔ اگرچہ ہمیں اس کا شاذ و نادر ہی علم ہوتا ہے کہ وہ اعلیٰ تہذیب و ثقافت جو ہم اُس سے منسوب کرتے ہیں، فی الواقع کن باتوں پر مشتمل ہے۔ کسی شخص کے نصب العین کی صفات کا پتہ ان اعمال سے چلتا ہے۔ جن کی وہ ترغیب دیتا ہے۔ نصب العین کا محض لفظی اقرار کوئی وقعت نہیں رکھتا نصب العین حسن محسوس کا نام ہے۔ یہ ایک نظریہ نہیں بلکہ داعیۂ عمل ہے۔ درحقیقت یہ ایک ایسی شے ہے جو کسی شخص کے تمام افعال و کردار کی ذمہ دار ہے۔ کسی شخص سے ہم جو چاہیں کہیں، بحث و استدلال کریں لیکن وہ اپنے نصب العین کا اس قدر حلقہ بگوش ہوگا کہ وہ صرف اُسی کی اطاعت و پیروی کرے گا۔ وہ اپنے رویے میں اُسی وقت ترمیم کرے گا جب اُس کے نصب العین میں ترمیم ہو۔ اور اس کا انحصار ہمارے دلائل و براہین پر نہیں بلکہ اُس کے کہیں اور اعلیٰ تر حسن محسوس کرنے میں ہے۔ وہ اپنی فطرت کے قانون کے سامنے مجبور ہے کیونکہ اُس کا تقاضا ہے کہ اس کی تمام سرگرمیاں نصب العین کے ماتحت رہیں۔

ہمارے بعض افعال۔ مثلاً وہ جن سے تحفظِ ذات اور بقائے نسل کا اہتمام ہوتا ہے — کا سرچشمہ بلاشبہ ہماری جبلّتیں ہیں۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ داعیہ نصب العین ان تمام افعال پر حاوی ہے، وہ ان افعال کے کرنے کے ٹھیک ٹھیک طریقے مقرر کرتا ہے۔ اور حدود کار کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس لیے یہ نصب العین ہی ہے جو ہمارے افعال کی قوتِ انضباط اور داعیۂ حیات ہے۔ یہ امر کہ ان افعال کا سرچشمہ جبلّتیں ہیں۔ جو از خود کام کرتی ہیں۔ داعیۂ شعور کے لیے محض ایک اہم ضمنی امداد ہے۔ چونکہ داعیۂ شعور کو جسم کی ضرورت ہے۔ اس لیے اگر جبلّتیں نہ بھی ہوتیں تو وہ ان کے مفوضہ فرائض کی خود خبرگیری کرتا لیکن اب وہ اپنی خبرگیری کرنے اور جبلّتوں کے معاملات میں اس حد تک دخل دینے یا نہ دینے میں تقریباً آزاد ہے جس حد تک اُس کی اپنی تسکین و نمود کے لیے ایسا کرنا لازمی ہے۔ جبلّتیں اور اُن کی خواہشات داعیۂ شعور کو تسکین حاصل کرنے میں مدد دیتی ہیں لیکن فرد کی زندگی پر حاوی نہیں ہوتیں، کیونکہ یہ صرف داعیۂ شعور کا استحقاق ہے۔ بطور حیوان کے انسان کو اپنے جبلّی داعیات کو مطمئن بھی کرنا ہے۔ اور بطور خود شعور ہستی کے اپنے داعیۂ شعور کو تسکین بھی دینا ہے۔ ادنیٰ تر داعیہ اعلیٰ تر داعیہ کی خدمت کرتا ہے اور اُس کی خاطر قربان ہو جاتا ہے۔ وہ تمام افعال جو جبلّتوں کی وجہ سے ہیں۔ کم و بیش داعیۂ شعور کی وجہ سے بھی ہیں۔ کیونکہ یا تو داعیۂ شعور ایک یا زیادہ جبلّی خواہشات کو غلطی سے اپنا نصب العین سمجھ کر اُن میں اپنی نمود کر رہا ہوتا ہے، یا کسی نصب العین کی خاطر جو جبلّی خواہشات سے الگ ہوتا ہے۔ اُن افعال میں دخل انداز ہو رہا ہوتا ہے یا نہیں ہو رہا ہوتا۔ جب کوئی جبلّی خواہش بذات خود نصب العین ہوتی ہے

تو اس کی طاقت بے اندازہ بڑھ جاتی ہے۔ اِس صورت میں چونکہ خواہشِ شعور اور خواہشِ جبلت ایک دوسری کو تقویت دیتی ہیں، اور نفس کو ایک ہی سمت میں چلاتی ہیں۔ اِس سے جبلّی خواہش کی طاقت دُگنی یعنی داعیۂ جبلت اور داعیۂ نفس کی متحدہ طاقت کے برابر ہو جاتی ہے۔

آج کل اشتراکی خیالات کی اشاعت سے یہ بات رواج پا رہی ہے کہ انسان کے تمام داعیات میں سے بھوک کا داعیہ قوی ترین ہے لیکن بھوک بذاتِ خود انسان کا قوی ترین داعیہ نہیں۔ یہ اسی وقت طاقت پکڑتا ہے جب داعیۂ شعور یا داعیۂ نصب العین اسے تقویت دیتا ہے۔ یعنی جب نصب العین یہ کہتا ہے کہ "ہمیں سب سے پہلے زندہ رہنا چاہیے"۔ زندہ رہنے کے معاملات کی یہ صورت نفس کے ذیلی مقاصد میں سے ہے جس کی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے۔ یہ مقصد ایک ذریعہ ہے اور مقصد نصب العین ہے لیکن جب نصب العین یہ کہتا ہے کہ "ہمیں سب سے پہلے مرجانا چاہیے" تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کونسی خواہش زیادہ طاقتور ہے۔ نصب العین کا داعیہ یا بھوک کا داعیہ۔ پچھلی جنگِ عظیم میں روس کے اشتراکیوں نے جس خندہ پیشانی سے اپنے سینوں پر جرمنوں کی گولیاں کھائیں وہ اِس بات کا قطعی ثبوت ہیں کہ داعیۂ نصب العین بھوک کے داعیہ ہی سے زیادہ طاقتور نہیں بلکہ تمام انسانی داعیات سے زیادہ طاقتور ہے۔ کیونکہ ان تمام داعیات کا مقصد تحفظِ زندگی ہے۔ بعض دفعہ ہم دیکھتے ہیں کہ کسی خاص فرد میں داعیۂ نصب العین داعیۂ جبلّت سے زیادہ کمزور ہوتا ہے۔ مثلاً جب کوئی سپاہی جان بچانے کے لیے میدانِ جنگ سے بھاگ نکلتا ہے لیکن سپاہی اُسی وقت ایسا کرے گا جب اُس کا نصب العین جس کا وہ حسن محسوس کرتا ہے اُس سیاست دان کا نصب العین نہ ہو جس نے اُسے لڑنے کا حکم دیا ہے، بلکہ کوئی اور شے یا خیال ہو۔ مثلاً عیش و عشرت۔ ہر انسان کا نصب العین اُس کے اعمال ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کسی اور طریقے سے نہیں۔

اِسی طرح فرائڈ کا ہم خیال کہے گا کہ انسان میں جنسی ہیجان قوی ترین ہے۔ درحقیقت جنسی ہیجان اُسی وقت قوی ہوتا ہے جب غلطی سے نصب العین کا ہیجان بھی جنسی محبت کے ذریعے اپنی نمود کرتا ہے (ملاحظہ ہو باب ہشتم)۔ لیکن جب ایسی صورت نہ ہو تو انسان جنسی خواہشات کی نسبت اپنے نصب العین کی زیادہ پروا کرے گا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی آدمی ساری عمر شادی نہ کرے۔ اور طبعی صحت کے باوجود عورت سے کوئی سروکار نہ رکھے، اور اپنی زندگی مذہب یا خدمتِ خلق کے لیے وقف کر دے۔ بعض نفسیات دان اسے ترفیع کا نام دیتے ہیں۔ اور غلطی سے اس کی تشریح یُوں کرتے ہیں کہ جبلّتِ جنسی کی قوت منحرف ہو کر اعلیٰ تر خواہشات کے راستے پر

گامزن ہو گئی ہے۔ اگر جیسا کہ اِن نفسیات دانوں کا دعویٰ ہے، ہر خواہش کسی نہ کسی جبلّت کے باعث ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض خواہشات بعض سے اعلیٰ تر کیوں ہیں؟ دراصل یہ داعیۂ شعور یعنی داعیہ نصب العین کا کرشمہ ہے۔ جو جنسی خواہش کو اپنی گرفت میں جکڑتا ہے۔ اور خود ادعائی سے اسے اپنے قابو میں رکھتا ہے۔ توانائی و قوت کا کوئی انحراف واقع نہیں ہوتا۔ انحراف کا مفروضہ اِس خیال پر مبنی ہے کہ ہم میں اعلیٰ قسم کی کوئی آزاد اور طبعی خواہشات موجود نہیں۔ ایک جبلّت کی توانائی کو آرام سے دوسرے رستوں پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ یہ اپنے طبعی رستے کی خوگر اور پابند ہوتی ہے۔ اور صرف اسی رستے پر اِس کا طبعی اظہار ہو سکتا ہے۔ اس کے چلنے کے لیے صرف ایک ہی قدرتی راستہ ہوتا ہے۔ اور وہ جاندار کے اُن افعال سے ظاہر ہوتا ہے جن سے اُس جبلّت کو فطری تسکین حاصل ہوتی ہے۔ ہم کسی جبلّی خواہش کو کسی طور پر روک نہیں سکتے؛ تاآنکہ ہمارا ایسا کرنا نصب العین کی کسی زبردست خواہش کو تسکین پہنچانا نہ ہو۔ جو اُس جبلّی خواہش کی متروکہ تسکین کا بدل بن جاتی ہے، جس کے اسباب کا بیان آگے چل کر معرضِ بحث میں آئے گا۔ جبلّی خواہش پر اِس طرح کی روکاوٹ قدرتی اور غیر مضر ہے۔ لیکن جب ہم اِسے غیر قدرتی طریقے سے روکتے ہیں۔ یعنی جب اِس طرح داعیہ نصب العین کی کوئی تسکین مقصود نہ ہو تو ہم اِسے غیر قدرتی اور غیر طبعی اظہار پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ہم اسے روکتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ ذہنی فعل ہوتا ہے۔ نصب العین کے ہیجان کو تقویت دینے سے ہی کسی جبلّی ہیجان کو کمزور کیا جا سکتا ہے۔ اپنی جنسی خواہش کو ترفیع کرنے والے شخص کی صورت میں جو کچھ پیش آیا ہے وہ یہ ہے: نصب العین کے ہیجان نے جبلّتِ جنسی کی امداد کرنے سے انکار کر دیا ہے اور من مانی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اِس نے یہ بھی معلوم کر لیا ہے کہ صرف شادی نہ کرنے سے ہی وہ من مانی کر سکتا اور اپنے آپ کو پوری طرح تسکین دے سکتا ہے۔ چونکہ نصب العین کی محبت بڑھ گئی ہے۔ اور اِس نے اپنے اپنے افعال میں اپنی زیادہ سے زیادہ نمود کر کے محبت نفس پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ اِس لیے داعیہ جنسی متروک ہو جانے اور کم سے کم نمود پانے کی وجہ سے کمزور پڑ گیا ہے۔ جب داعیۂ شعور اپنی پوری نمود حاصل کرتا ہے تو یہ اِس قدر طاقتور ہو جاتا ہے کہ نفس اپنی جبلّی خواہشات پر نہایت آسانی سے تسلط حاصل کر لیتا ہے۔ کیونکہ نفس کے پاس جبلّی خواہشات کے استعمال کے لیے ذخیرۂ محبت کا بہت تھوڑا حصّہ رہ جاتا ہے۔ (دیکھیے باب ہشتم)

بعض اوقات ہم ایسے کام کرتے ہیں جو بظاہر ہمارے اختیار کردہ نصب العین کے خلاف ہوتے ہیں۔ لیکن دراصل ماضی کے کسی نصب العین کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ یہ کسی پرانے نصب العین کے زیر اثر عادات کی بدولت ہوتے

ہیں اور اس لیے چلے آرہے ہوتے ہیں کیونکہ ابھی نئے نصب العین کے مطابق نئی عادات نے نشوونما نہیں پائی ہوتی اور یا پھر وہ نئے نصب العین کی کمزور محبت کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض اوقات محبتِ نفس کے بیشتر حصے کے لیے دوسرے نصب العین بھی تقاضا کر سکتے ہیں۔ نصب العین محبتِ نفس کو مسلسل اپنی طرف نہیں کھینچتا۔ بلکہ وقتاً فوقتاً دوسرے نصب العینوں سے ادل بدل کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ نفس اسے مرکزِ توجہ نہیں بنا سکتا۔ اِس کا حُسن تیز ہوا میں جھلملانے والی شمع کی طرح کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ نئے نصب العین کو متضاد عادات اور نصب العینوں کی اتفاقی تیز ہواؤں سے بچانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ بچاؤ مناسب تعلیم اور ماحول سے بیسّر آسکتا ہے۔

جس طرح ایک فرد میں نصب العین نشوونما پاتا ہے۔ اور اپنی صفات کے اعتبار سے آخرکار صحیح نصب العین کی طرف بڑھتا جاتا ہے اسی طرح نسل کی تاریخ میں بھی نصب العین صحیح نصب العین کی طرف ترقی کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے اب تک معاشرے کے نصب العین تقریباً حسبِ ذیل ترتیب سے ترقی کرتے رہے ہیں۔ خاندان، قبیلہ، بادشاہ، قوم، جمہوریت، اشتراکیت وغیرہ۔

ایک نصب العین سے دوسرے نصب العین کی طرف جانا نصب العین سے بے اطمینانی کے سبب ہے ۔ اور یہ بے اطمینانی خواہشِ نفس کی نوعیت سے پیدا ہوتی ہے جو صحیح نصب العین کے لیے داعیۂ شعور ہے، اور جسے سوائے صحیح نصب العین کے کوئی شے تسکین نہیں بخش سکتی۔ داعیۂ شعور ہر نصب العین کو جسے نفس پسند کرتا ہے، وقتی طور پر کامل تسکین بخش سمجھتا ہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نصب العین کی شناسائی سے اِس کے نقائص آشکارا ہو جاتے ہیں جب نفس اِس فریب سے آگاہ ہو جاتا ہے تو یہ کسی اور نصب العین کو اختیار کر لیتا ہے جو سابقہ نصب العین کے نقائص سے پاک ہوتا ہے لیکن جو صحیح نصب العین نہ ہونے کی صورت میں کئی اور نقائص سے آلودہ ہوتا ہے۔ انسانی معاشرے کے لیے تاریخ کا وہی درجہ ہے۔ جو انسانی فرد کے لیے حافظے کا۔ تاریخ میں محفوظ شدہ تجربے کی بدولت بنی نوع انسان کامل نصب العین کی صفات سے زیادہ سے زیادہ آگاہ ہو رہی ہے۔ ہماری فطرت کا پوشیدہ معیار ہمیشہ اپنا عمل جاری رکھتا ہے۔

ہم تجربے کی بنا پر یہ تو جان سکتے ہیں کہ کونسا نصب العین غیر تسلی بخش ہے۔ لیکن یہ جاننا بہت مشکل ہے کہ کونسا نصب العین ہمارے لیے مکمل طور پر قابلِ اطمینان ثابت ہوگا۔ جُوں جُوں ہمارا نصب العین حسن میں بڑھتا جاتا ہے۔ ہمیں اپنی اندرونی خواہش یا معیار کا زیادہ سے زیادہ علم ہوتا جاتا ہے۔ یعنی ہم جتنا زیادہ اپنے

آپ کو جانتے ہیں اتنا ہی زیادہ ہم خود شعور ہو جاتے ہیں۔ جب ہمیں کسی نصب العین سے اُس کے نقائص کی وجہ سے مایوسی ہوتی ہے تو ہو سکتا ہے ہمیں اِس بات کا علم نہ ہو کہ ہم ٹھیک کیا چاہتے ہیں لیکن ہم دوسرے انتخاب میں اپنی پہلی غلطیوں سے اجتناب کرنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں۔ شعورِ انسان کو حُسنِ کامل یعنی اپنے منتہائے آرزو کی تلاش میں ہمیشہ اُکساتا رہتا ہے۔ اور ہمیشہ کسی نہ کسی شے کو جہالت سے اپنا محبوب سمجھ کر اختیار کرتا رہتا ہے۔ ہر بار یہ اُس شے کو منتخب کرتا ہے جو اُس کی دانست میں شعور سے سب سے زیادہ مشابہ ہوتی ہے۔ اگرچہ وہ مشابہت جزوی ہوتی ہے لیکن وہ اس حقیقت کو نہیں جان سکتا اور ایسے جذبۂ محبّت سے لپٹتا ہے جو خود شعور کے لیے ہو سکتا ہے لیکن جلد ہی اُسے اِس فریب کا علم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ مایوس، غم زدہ اور پریشان ہو کر فوراً ہی کوئی دوسرا نصب العین ڈھونڈنے لگ جاتا ہے۔ یہ تھکتا ہے نہ رکتا ہے، کیونکہ یہ رُک نہیں سکتا۔ اگر یہ ایک شے سے محبت نہیں کر سکتا تو اُسے فوراً کسی دوسری شے سے محبت کرنی چاہیے۔ کیونکہ اسے ہر وقت کسی نہ کسی سے محبت کرتے رہنا چاہیے۔ اِس کی فطرت کا تقاضا ہی یہ ہے۔

محبّت اور جستجو شعور کا فریضہ ہے۔ جو اُسے بہر حال ادا کرتے رہنا ہے۔ چونکہ یہ ہر شعور کا فریضہ ہے اس لیے یہ شعورِ کائنات اور شعورِ انسانی دونوں میں مشترک ہے۔ نفسِ کائنات اور نفسِ انسانی دونوں ایک دوسرے کی محبّت اور جستجو میں کچھ اس طرح سرگرداں ہیں کہ یہ بتانا مشکل ہے کہ کون کس کی جستجو کر رہا ہے۔ لہٰذا شعور ہر دو لحاظ سے حسن بھی ہے اور محبّت بھی۔ جب یہ شعور کی جستجو کرتا ہے تو یہ محبت ہے۔ اور جب شعور اِس کی جستجو کرتا ہے تو یہ حسن ہے۔ شعور جہاں کہیں بھی ہو۔ محبّت اور جستجو اسی کے دو پہلو ہیں۔ جب شعور کو شعور کی کشش ہوتی ہے تو یہ عالمِ محبت ہوتا ہے۔ اور جب یہ کشش کرتا ہے تو یہ عالمِ حُسن ہوتا ہے۔ شعور ہمیشہ شعور کو اپنی طرف کھینچتا اور اس کی طرف کھنچتا ہے۔ تخلیق اور ماضی و مستقبل کے ارتقاء کا تمام سلسلہ اگر کچھ معنی رکھتا ہے تو وہ یہ ہے کہ ماضی میں شعورِ کائنات شعورِ انسانی کو کشش کرتا اور اِس کی جستجو کرتا رہا ہے۔ اور مستقبل میں بھی اس کو کشش کرتا اور اِس کی جستجو کرتا رہے گا۔ اور یہ کہ انسانی شعور ماضی میں شعورِ کائنات کو بالقوہ تلاش کرتا رہا ہے اور مستقبل میں کرتا رہے گا۔

نفسِ انسانی بے شک حُسن ہے۔ لیکن اِس حسن کا وجود محض بالقوہ ہے جو اپنی نمود اور نقاب کشائی کا منتظر ہے۔ اِس کی دریافت، پردہ کشائی اور نمود انسان کے ذمّے ہے۔ نفسِ انسانی کے حُسن کی تدریج پردہ کشائی انسان کے اندر نفسِ کائنات کی تدریج حقیقت یابی ہے۔ اور یہ محبت و جستجو کے طریقِ کار کا نتیجہ ہے۔ جو شعور کے

دونوں اطراف سے جاری ہے۔ اور جنہیں ہم دورِ تاریخ یا عملِ ارتقاء کے الفاظ سے سمجھتے ہیں۔

جب محبت یعنی انسان شعور کی آرزوئے حسن کا اظہار کرے گا تو معجز نمائی ہوگی۔ انسان اس لیے حسن کی جستجو کرتا ہے تاکہ خود حسن بن جائے حسن سے محبت کرنا حسن سے یک جان ہونا بلکہ خود حسن بننا ہے۔ انسان کامل مسرت و اطمینان صرف اُس وقت حاصل کر سکتا ہے جب وہ اِس عرفان کو کامیابی سے اتنا ہی حاصل کرے جتنا اِس زندگی کے دوران میں اُس کی فطرت کے اعتبار سے ممکن ہے۔ اُس کی فطرت اُسے اِس مسرت کی جستجو پر مجبور کرتی ہے۔ اور اسے حاصل کیے بغیر اُسے چین نہیں آسکتا۔

نفس مختلف اوقات میں خواہ کتنے ہی نصب العین کیوں نہ انتخاب کرے، اس کا اپنا نصب العین یعنی صحیح نصب العین ہی جس کی صفات کا تفصیلی مطالعہ ہم اِس کتاب میں آگے چل کر کریں گے، اِسے پائدار اور کامل مسرت و اطمینان بخش سکتا ہے۔ باقی ہر نصب العین نفس کی ایک غلطی ہے جو اپنے نصب العین یا اپنی مسرت و تکمیل کی جستجو میں اُس سے سرزد ہوتی ہے۔ جب نفس ایک غلط نصب العین کا انتخاب کرتا ہے تو وہ محض اس فریب میں مبتلا ہوتا ہے کہ وہ نصب العین اسے انتہائی مسرت و اطمینان سے ہم کنار کرے گا۔ اُس کے نزدیک وہ انتہائی حسن و برتری کا پیکر ہوتا ہے لیکن چونکہ فطرتاً یہ صرف شعورِ کائنات سے ہی محبت کر سکتا ہے۔ اِس لیے یہ بالکل نادانستہ صحیح نصب العین کی تمام صفات کو اپنے غلط انتخاب سے منسوب کر دیتا ہے۔ وہ اُس شے کو بذاتِ خود حقیقت سمجھ لیتا ہے۔ اُس میں شعور کی بعض صفات بلکہ اُن کے پرتو کی موجودگی کا ادراک کرتا ہے۔ اور پھر غلطی سے یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس میں شعور کی دوسری صفات بھی ہونگی۔ اور اِس طرح اپنی غلطی کو مکمل کرنے کے لیے باقی ماندہ صفات کو غیر شعوری طور پر اس سے منسوب کر دیتا ہے۔ درحقیقت غلط نصب العین میں شعور کی کوئی صفت نہیں ہوتی جب نفس کو اِس حقیقت کا علم ہوتا ہے کہ اس کا نصب العین فی الواقع ان صفات سے عاری ہے جو وہ اِس سے غیر شعوری طور پر منسوب کر رہا تھا تو اُسے فوراً اِس بات کا شعور ہو جاتا ہے کہ اُس میں صحیح نصب العین کی کوئی صفت بھی موجود نہیں۔ یا دوسرے الفاظ میں صحیح نصب العین کی صفات جو اُس میں بظاہر نظر آتی ہیں، باقی صفات کی عدم موجودگی میں بے معنی رہ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نفس اُسی نصب العین کو کلیتہً ترک کر دیتا ہے۔ شعور کی ہر صفت میں بشرطیکہ وہ خالص اور اپنی شان کے شایان ہو، شعور کی باقی تمام صفات بھی ہونی چاہییں۔ کوئی شے یا خیال جس میں صحیح نصب العین کی ایک بھی صفت موجود ہے، باقی تمام صفات سے بھی آراستہ ہوگا۔ ورنہ وہ ایک صفت بھی محض ایک فریب نظر ہوگی۔

نفس غلط نصب العین کو اپنانے کے بعد حتی الامکان اپنے آپ کو فریب دینے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن یہ فریب زیادہ دیر تک چل نہیں سکتا۔ غیر حقیقی یا جزواً حقیقی کا برتاؤ حقیقی سا نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے اگر فرد کی زندگی میں ممکن نہ ہو تو نسل کی زندگی میں غلط نصب العین خود اپنی ذات سے اپنے تضاد کی موجودگی کا اظہار کر دیتا ہے۔ جب نفس کا دائرۂ علم یا نصب العین سے واقفیت بڑھ جاتی ہے تو اسے بطلان وعدمِ اطمینان کے مضمر عناصر کا پتا چل جاتا ہے۔ ایسی حالت میں نفس ایک نئے نصب العین کی تلاش پر مجبور ہو جاتا ہے جسے پھر غلطی سے صحیح نصب العین سمجھ لیا جاتا ہے۔ اگر پہلے نصب العین کی طرح دوسرا بھی غلط نکلے تو اس سے بالآخر نفس پھر غیر مطمئن اور فریب زدہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات ایک نسل کو جس میں نفس کا علم ترقی پذیر ہے کسی نصب العین کے نقائص معلوم کرنے میں سینکڑوں سال لگ جائیں لیکن بہر حال انکشافِ حقیقت ہو کے رہتا ہے۔ کیونکہ نفس کی آرزوئے حسن یا آرزوئے حقیقت ایک ایسا معیار ہے جو آخر کار کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ غیر حقیقی بھی کبھی کلیتہً غیر حقیقی نہیں ہوتا بلکہ یہ ہمیشہ حقیقی اور غیر حقیقی کا امتزاج ہوتا ہے۔ غیر حقیقی کی بہت سی قسمیں ہیں۔ لیکن حقیقی ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے۔ حقیقی اور غیر حقیقی کا آمیزہ حقیقی نہیں بن سکتا۔ حقیقی سو فیصد خالص اور غیر حقیقی اثرات سے پاک ہوتا ہے۔ غلط نصب العین کے غیر حقیقی عناصر کے اثرات اُس وقت ظاہر ہونے شروع ہوتے ہیں جب نفس اپنے نصب العین سے پُوری طرح واقف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ نفس کو اپنے نصب العین سے بے اطمینانی پیدا ہو جاتی ہے۔ نسلِ انسانی کی تاریخ ایک نصب العین سے دوسرے نصب العین کی طرف جانے سے بنی ہے۔ جب کبھی ہم کسی غلط نصب العین سے غیر مطمئن ہوتے ہیں تو صحیح نصب العین کو ایک جھلک دیکھ سکتے ہیں۔ اور پھر پورے زور وشور سے اِس کی طرف بڑھتے ہیں۔ گویا یہی ہمارا مطلوب ومقصود تھا۔ معاشرتی تغیرات اور انقلابات کا سبب یہی ہے۔ جب تک ہم موجودہ نصب العین سے بیزار نہ ہو جائیں۔ نئی روشنی کا نظر آنا ناممکن ہے۔ نیا نصب العین خواہ کتنا ہی حسین ہو۔ اِس کا نفس پر اُس وقت تک کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جب تک نفس اِس سے محبت کرنے یا اِس کے حُسن سے متاثر ہونے کے لیے فارغ نہ ہو۔ اور یہ اُسی وقت فارغ ہو سکتا ہو۔ جب یہ اپنے پہلے نصب العین سے بیزار ہو چکا ہو۔ بلاشبہ نفس کی وسعتِ علم اور اِس کا نئے خیالات سے تعارف (اور ہو سکتا ہے انہی خیالات میں سے کوئی اِس کا آئندہ نصب العین بن جائے) اِس عدمِ اطمینان اور بیزاری کو ترقی دیتا ہے۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے کہ کسی نئے نصب العین کی تصدیق واقرار کے لیے موجودہ نصب العین کی تکذیب وانکار ضروری ہے۔ اگر کلیسا مذہب اور سرمایہ داری کے خلاف عام بے اطمینانی نہ ہوتی تو روس کا اشتراکی انقلاب ناممکن تھا۔

یہ امر ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ اپنے نصب العیون سے بیزاری اور نئے نصب العیون کی طرف انقلاب اور تبدیلی درحقیقت خارجی واقعات کی مرہونِ منت نہیں۔ بیرونی واقعات نفس کے علم میں صرف اضافہ کرتے ہیں۔ اور اسے اس قابل بناتے ہیں کہ وہ حسن کا پتا چلا سکے۔ لیکن ایک نصب العین سے بیزاری اور دوسرے نصب العین کا انتخاب اُس معیار کی بدولت ہوتا ہے۔ جو نفس کی فطرت میں ودیعت ہوتا ہے۔ بلاشبہ خارجی واقعات ہمارے عدمِ اطمینان کو بڑھانے کا سبب نظر آتے ہیں۔ لیکن جب تک ہمارا شعور انہیں کوئی معنی نہ پہنائے ان میں کوئی معنی نہیں ہوتے۔ ہمارا شعور انہیں صرف اس لیے معنی پہناتا ہے کہ اِسے ایک واضح آرزو ہوتی ہے۔ جسے اطمینان کی لگن ہوتی ہے۔ معاشروں کے تمام سیاسی ڈھانچوں کے انقلابات اور تغیّرات کا سبب ہماری اپنی فطرت میں گہرا چھپا ہوتا ہے اور ان کا باعث نفس کی آرزوئے حسن ہے۔

ہر بار جب ہم کوئی نیا غلط نصب العین اختیار کرتے ہیں تو کچھ دیر تک ہم اِس سے پُوری طرح اطمینان محسوس کرتے ہیں۔ اور ہماری امیدیں بلند ہوتی ہیں۔ لیکن جلد ہی نیا نصب العین بھی ایک غلطی ثابت ہو جاتا ہے جو سابقہ غلطی سے کسی طرح کم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگرچہ اِس میں صحیح نصب العین کا وہ پہلو شامل ہوتا ہے جو دیر سے نظر انداز تھا اور جس کا نظر انداز ہونا ہی ہمارے عدمِ اطمینان کا باعث بنا تھا۔ لیکن کئی دوسرے اہم پہلو نظر انداز ہو جاتے ہیں اور اِس طرح سے خود اس کی ذات کے اندر تضاد اور آئندہ عدمِ اطمینان کے جراثیم شامل ہو جاتے ہیں۔ مُرورِ زمانہ سے جب نئے نصب العین میں صحیح عناصر کا فقدان اطمینانِ نفس پر دوبارہ اثر انداز ہونا شروع ہو جاتا ہے تو پھر یہ ایک نئے نصب العین کی تلاش شروع کر دیتا ہے۔ اور ان میں ماضی کی لغزشوں سے پھر اجتناب کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اپنی حقیقی ضرورت کا علم نہ رکھنے کی وجہ سے ہم مختلف قائم مقام نصب العیون سے دل بہلانے لگتے ہیں جو رفتہ رفتہ اپنی ناقابلِ اطمینان فطرت کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ ہر بار جب ہم نیا نصب العین منتخب کرتے ہیں ہم بلاشبہ ماضی کی غلطیوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ لیکن ہر بار نئی غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جن کی وجہ سے پھر تبدیلی کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اور جب تک ہم صحیح نصب العین کو حاصل نہیں کر لیتے ایسا ہی ہوتا رہے گا۔

فرض کیجیے کہ صحیح نصب العین جو نفس کا حقیقی داخلی مطالبہ ہے ایسے عناصر یا اوصاف رکھتا ہے، جنہیں ابجد کے پہلے سات حروف یعنی ا ب ج د ہ و ز سے ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ اب چونکہ نفس ان تمام عناصر کو کسی ایک معلوم شے میں موجود نہیں پا سکتا، اور چونکہ اس دنیا میں کوئی شے یا خیال ایسا نہیں جس میں قطعاً

کچھ صداقت نہ ہو۔ اِس لیے فرض کیجیے کہ نفس ایک ایسی شے کو اپنا نصب العین قرار دیتا ہے جو صحیح نصب العین کے ساتھ صرف عنصر ا مشترک رکھتا ہے۔ اب وہ غلطی سے باقی چھ عناصر کو بھی اس شے کی طرف منسوب کرے گا۔ چنانچہ ہم اس نصب العین کو اُ ب ج د ہ و ز سے ظاہر کر سکتے ہیں لیکن یہ قائم مقام عناصر رفتہ رفتہ اپنی غیر حقیقی فطرت کا اظہار کر دیں گے جس سے ایک بے اطمینانی پیدا ہو جائے گی۔ اِس مرحلہ پر نفس اس شے کو کلیتہً ترک کر دے گا۔ اور ایک دوسری شے کی طرف راغب ہو جائے گا جسے ا ب ج د ہ و ز سے ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ اِس نصب العین میں آخری چار عناصر غیر حقیقی ہیں۔ اِس لیے اِس سے بھی آخر کار بے اطمینانی پیدا ہو گی۔ اب اگلا نصب العین ا ب ج د ہ و۳ ز۳ ہو سکتا ہے۔ یہ صحیح نصب العین کے بہت قریب ہو گا۔ لیکن و۳ ز۳ کے غیر حقیقی عناصر یہاں بھی آخر کار بے اطمینانی پیدا کر دیں گے۔ لہٰذا اِسے بھی کلیتہً ترک کرنا پڑے گا۔ اور ممکن ہے اب کے ایک نیا نصب العین اختیار کیا جائے گا جو ا ب ج ہ و ز سے ظاہر ہو۔ یہ نصب العین پچھلے نصب العین سے ایک پہلو سے بہتر ہو گا لیکن بعض دوسرے پہلوؤں سے بدتر۔ ہم پچھلے نصب العین کو بہ حیثیت مجموعی ناقابلِ اطمینان ہونے کی وجہ سے بعض حقیقی عناصر سمیت ترک کر دیں گے۔ نفس کے لیے کوئی شے اُس وقت تک پائدار اور دائمی طور پر اطمینان بخش اور قابلِ قبول نہیں جب تک یہ کلیتہً اچھی نہ ہو۔ خواہ وہ کئی لحاظ سے کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو۔ اگرچہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے، کہ ہمارا آخری انتخاب ہمیشہ پہلے سے یا تمام سابقہ انتخابات سے بہتر ہوتا ہے۔ لیکن بحیثیتِ مجموعی ہم اپنے نصب العین ــــ حسن کامل ــــ کی طرف آزمائش وخطا کے طریقِ عمل سے اپنی ترقی جاری رکھتے ہیں۔ آخری نصب العین میں ب سے و تک کے عناصر مرورِ ایّام سے اپنی غیر حقیقی فطرت کا اظہار کر دیں گے اور ہو سکتا ہے اس کے بعد کا نصب العین ا ب۵ ج د ہ و۵ کی صورت میں ظاہر ہو۔

ظاہر ہے کہ اِس طریقِ کار سے ہماری نسل کا تجربہ جو تاریخ میں محفوظ ہے ــــ کیونکہ تاریخ انسانی معاشرے کی یادداشت ہے ــــ ہمیں آخر کار صحیح نصب العین تک پہنچا دے گا۔ کوئی شک نہیں کہ یہ طریقِ کار بہت طویل اور خطرناک ہے طویل کیونکہ حقیقی اور غیر حقیقی عناصر کے بے شمار اجتماعات ممکن ہیں۔ اور خطرناک کیونکہ ہر نئے نصب العین کی طرف نئی تبدیلی ایک دردناک مطابقت کی متقاضی ہوتی ہے۔ جو خود بے سُود ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ خود نصب العین کو اِس کے باطل ہونے کی وجہ سے ترک کرنا پڑے۔ یہ اس لیے بھی خطرناک ہے کہ صحیح نصب العین کا علم نہ رکھنے کی وجہ سے انسانیت کا ہر فرقہ الگ الگ نصب العین رکھے گا۔ اور جب بہت سے نصب العین ساتھ ساتھ ہوں گے تو کشمکش، جنگ اور خون خرابہ ہو گا۔ ان خطرات سے نوعِ انسانی کی آخری پناہ گاہ

صرف صحیح نصب العین ہے۔

مذہب بھی اُس وقت تک حسنِ کامل کا نصب العین نہیں جب تک کہ اُسے صحیح طور پر نہ سمجھا جائے۔ جب کبھی اس میں غیر حقیقی عناصر کی آمیزش ہو جاتی ہے یہ داعیۂ نفس کو مطمئن کرنے سے قاصر ہو جاتا ہے۔ اُس وقت یہ مذکورۂ بالا حروف ا ب ج د ہ و ز سے ظاہر کردہ نصب العین کے مماثل ہو جاتا ہے۔ مغرب میں مذہب کے خلاف موجودہ نفرت کا باعث یا تو یہ امرِ واقعہ ہے کہ مرورِ زمانہ سے مذہب ایک غلط نصب العین کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ یا یہ حقیقت ہے کہ مذہب ہماری فطرت کے تمام تقاضے پورا کرنے کے ناقابل ہو گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے کلیتہً ترک کرنا پڑا۔ صحیح نصب العین ہماری فطرت کے عین مطابق ہے۔ لہٰذا یہ ہمیں ہر قسم کی ترقی کے لامحدود مواقع بخشتا ہے۔ یہ ہماری ہر قسم کی ضروریاتِ معاشرتی یا سیاسی پوری کرتا ہے۔ اور ہماری تمام ذہنی، اخلاقی یا جسمانی خواہشات کو مکمل طور پر پوری ہم آہنگی سے تسکین بخشنے کا سامان مہیا کرتا ہے۔ یہ ہماری فطرت میں سے کسی شئے کو نہ تو نظر انداز کرتا ہے نہ دباتا ہے۔ یہ ہمیں مکمل اور جاودانی راحت بخشتا ہے۔ اور جب کبھی یہ ایسا کرنے سے قاصر ہو جاتا ہے تو یہ صحیح نصب العین نہیں رہتا۔ مذہب کو صرف خود شعوری کی روشنی میں صحیح طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ اگلے باب میں ہم یہ ظاہر کرنے کی کوشش کریں گے کہ خود شعوری کیا ہے۔ جب مذہب کو صحیح طور پر سمجھا جائے۔ تو مختلف مذاہب کا باہمی امتیاز بلبشتر اُٹھ جاتا ہے۔ کروچے اور ہیگل جب یہ کہتے ہیں کہ مذہب ایک غلط سمجھا ہوا فلسفہ ہے۔ تو وہ بہت حد تک صحیح معلوم ہوتے ہیں لیکن فلسفہ صحیح رہنمائی مذہب سے حاصل کرتا ہے۔ اور مذہب کے بغیر یہ ہمیشہ نامکمل رہے گا۔ چنانچہ یہ کہنا بھی اتنا ہی صحیح ہے کہ فلسفہ اپنے موجودہ ارتقائی مرحلے پر مذہب کی غلط سمجھی ہوئی شکل ہے۔ صحیح سمجھا ہوا مذہب آخری صداقت ہے۔ اور تمام فلسفہ و علم رفتہ رفتہ اسی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ بلند ترین مذہب اور بلند ترین فلسفہ کا باہم منطابق ہونا ایک لازمی اور ناگزیر امر ہے۔